علمِ بیان

علمِ بدیع

علمِ عروض

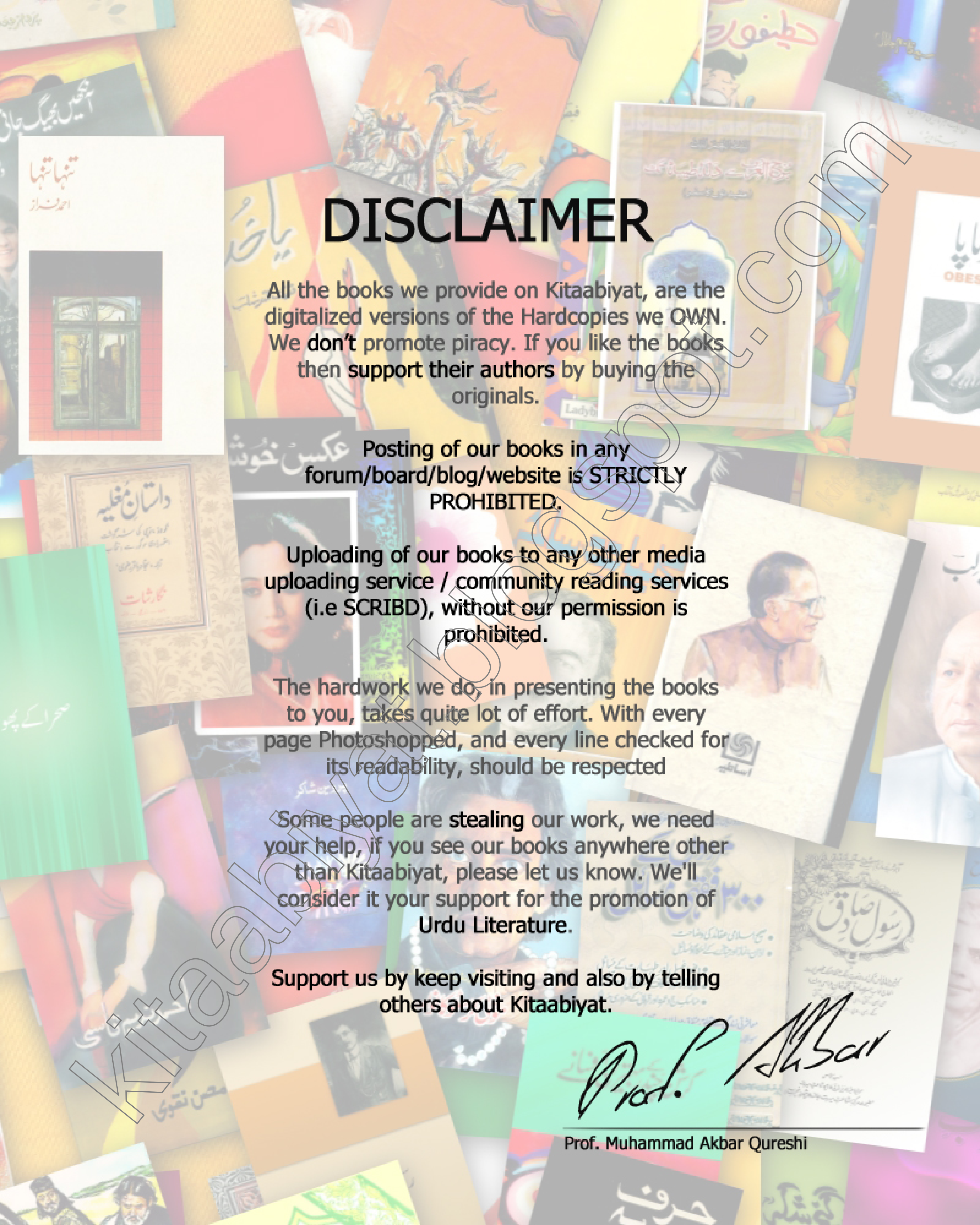

DISCLAIMER

All the books we provide on Kitaabiyat, are the digitalized versions of the Hardcopies we OWN. We **don't** promote piracy. If you like the books then **support their authors** by buying the originals.

Posting of our books in any forum/board/blog/website is STRICTLY PROHIBITED.

Uploading of our books to any other media uploading service / community reading services (i.e SCRIBD), without our permission is prohibited.

The hardwork we do, in presenting the books to you, takes quite lot of effort. With every page Photoshopped, and every line checked for its readability, should be respected

Some people are **stealing** our work, we need your help, if you see our books anywhere other than Kitaabiyat, please let us know. We'll consider it your support for the promotion of **Urdu Literature**.

Support us by keep visiting and also by telling others about Kitaabiyat.

Prof. Akbar

Prof. Muhammad Akbar Qureshi

SUPPORT US!

TO HELP US IMPROVE
KITAABIYAT

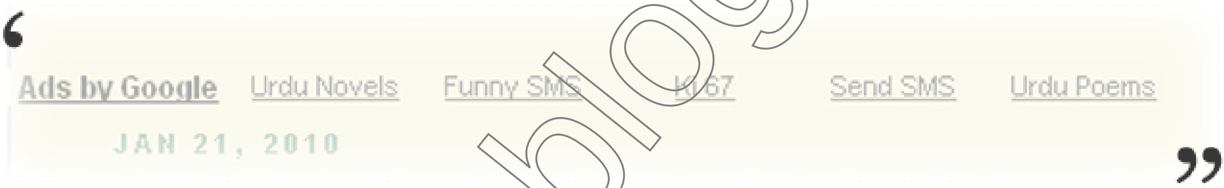

“

Ads by Google Urdu Novels Funny SMS KI 67 Send SMS Urdu Poems

JAN 21, 2010

”

YEAH ONLY YOU CAN DO IT...

TELL OTHERS ABOUT US & KEEP VISITING FOR
DOWNLOADING THE BEST URDU LITERATURE , ON THE NET.

علم بیان

تشبیہ ۔ استعارہ ۔ مجاز مرسل ۔ کنایہ

علم بدیع

مراعات النظیر ۔ حسن تعلیل ۔ ایہام ۔ لف و نشر
تلمیح ۔ ترصیع ۔ تجنیس ۔ تضاد

علم عرُوض

بحر ہزج سالم ۔ بحر رجز سالم
بحر متقارب سالم ۔ بحر رمل محذوف و مقصور

علم بیان

”علم بیان ایسے قاعدوں اور ضابطوں کے مجموعے کا نام ہے جس کو جان لینے کے بعد ہم ایک ہی بات یا مضمون کو مختلف طریقوں سے ادا کر سکیں اور ان میں سے ہر طریقہ دوسرے طریقے سے زیادہ واضح اور مؤثر ہو۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ کلام کے سمجھنے میں غلطی کا امکان کم ہو اور معانی میں خوبصورتی پیدا ہو۔ مثلاً اگر ہم ایک شخص کے متعلق کہیں کہ وہ بڑا سخی ہے۔ بڑا کریم ہے۔ بڑا جوّاد ہے تو ان عبارتوں میں مترادفات یعنی ہم معنی الفاظ تو موجود ہیں لیکن علم بیان کی رو سے کوئی خوبی نہیں۔ بیان کی رُو سے یہ کہیں گے کہ وہ اپنے زمانے کا حاتم ہے اس کی جود و سخا کی دھوم ہے وغیرہ

اس طرح اپنے زمانے کا حاتم کہنے سے مطلب زیادہ واضح ہو جاتا ہے

علم بیان کا موضوع لفظ ہے اور لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔ **حقیقی معنوں میں**۔ یعنی لفظ کو ان معنوں میں استعمال کیا جائے جن کے لیے وہ وضع ہوا ہے مثلاً شیر کہیں اور اس سے مراد وہی درندہ مراد لیں

۲۔ **مجازی معنوں میں**۔ یعنی لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال نہ ہو بلکہ مجازی معنوں میں آئے مثلاً شیر کہیں اور اس سے مرادِ شجاع مرد لیں۔ یہ مجازی معنی ہونگے۔

ع کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے

مجازی اور حقیقی معنوں میں کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہوتا ہے اور مجازی معنی کے لیے کلام میں کوئی نہ کوئی قرینہ بھی ضرور موجود ہوتا ہے مثلاً اوپر کے مصرعے میں شیر کا لفظ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے اور رَن (میدان جنگ) کا قرینہ موجود ہے یعنی ایسا شیر جو میدانِ جنگ میں آنے والا ہے۔ اگر قرینہ پایا جائے تو مجاز کہلائے گا اور ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا تو کنایہ کہیں گے۔ مجاز کی ایک قسم استعارہ ہے اور استعارہ کی بنا تشبیہ پر ہے

علم بیان کا دار و مدار چار چیزوں پر ہے۔

۱۔ تشبیہ ۲۔ استعارہ ۳۔ مجاز مرسل ۴۔ کنایہ

تشبیہ

علم بیان کی رو سے جب کسی ایک چیز کو کسی مشترک خصوصیت کی بنا پر کسی دوسری چیز کی مانند قرار دیا جائے تو اُسے "تشبیہ" کہتے ہیں۔ تشبیہ سے غرض اس پہلی چیز کو کسی صفت حالت یا کیفیت کو واضح اور مؤثر بنا کر پیش کرنا ہوتا ہے اس کے کلام میں فصاحت و بلاغت پیدا ہوتی ہے۔

مثلاً: رخسار پھول کی مانند ہے۔

یہاں رخسار کو پھول سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دونوں (رخسار اور پھول) مختلف چیزیں ہیں۔ لیکن رنگ اور ملائمت کی صفت دونوں میں موجود ہے۔

ارکانِ تشبیہ

ارکان تشبیہ پانچ ہیں۔

۱۔ مشبہ۔ وہ شے جس کو تشبیہ دی جائے جیسے اُوپر کی مثال میں "رخسار"

۲۔ مشبہ بہ۔ وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے۔ جیسے پھُول۔

۳ وجہ شبہ۔ مشترک صفت جو دونوں میں موجود ہو جیسے اوپر کی مثال میں ملائمت اور رنگ

۴۔ غرض تشبیہ: جس مقصد کے لیے تشبیہ دی جائے۔ جیسے اوپر کی مثال میں خوبصورتی کو نمایاں کرنا۔ غرض تشبیہ کا اندازہ شعر یا جملے کے معنوں سے ہو جاتا ہے

مثلاً (۱) اسلم کا رنگ حضرت بلال جیسا ہے (۲) اکبر کوّے کی طرح سیاہ ہے۔

دونوں میں وجہ تشبیہ رنگ کی سیاہی ہے لیکن غرض تشبیہ پہلے جملے میں مشبہ کی اچھائی کا اظہار ہے اور دوسرے میں مشبہ کی برائی بیان کرنا ہے۔

۵۔ حروف تشبیہ:۔ جو حروف تشبیہ دینے کے لیے استعمال ہوں۔ انہیں ادات تشبیہ بھی کہتے ہیں۔ عموماً یہ حروف استعمال ہوتے ہیں۔ مانند۔ جیسا۔ طرح۔ سا۔ سی۔ سے صورت۔ مثل وغیرہ

طرفین تشبیہ

مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں۔ تشبیہ کے لیے طرفین تشبیہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ وجہ شبہ اور حروف تشبیہ کبھی بیان میں آئیں گے اور کبھی نہیں۔

مندرجہ ذیل مثالوں کو غور سے پڑھیے۔

۱۔ زید شجاعت میں شیر کی مانند ہے (زید مشبہ۔ شیر مشبہ بہ شجاعت وجہ تشبیہ مانند حروف تشبیہ)

۲۔ زید شیر کی مانند ہے (زید مشبہ۔ شیر مشبہ بہ۔ مانند حرف تشبیہ)

۳۔ زید شیر ہے (زید مشبہ۔ شیر مشبہ بہ)

ان مثالوں میں مشبہ، مشبہ بہ (طرفین تشبیہ) کا تینوں جملوں میں بیان ہے۔ مشبہ اور مشبہ بہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) حسّی (۲) عقلی

طرفین تشبیہ حسّی:۔ وہ ہیں جو حواس خمسہ ظاہری سے دریافت ہو سکیں۔ حواس خمسہ یہ ہیں (۱) باصرہ (دیکھنا) (۲) سامعہ (سننا) (۳) شامہ (سونگھنا) (۴) ذائقہ (چکھنا) (۵) لامسہ (چھونا)۔

مثالیں: سرو سا قد تو گل سے رخسار ہے۔ شانے بازو بھرے بھرے سارے ہے۔ (باصرہ)

اس شعر میں قد کو سرو سے اور رخسار کو گل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ چیزیں آنکھ سے دیکھی جا سکتی ہیں۔

۲۔ س

جس نے سونگھی ہو تیری زلف سیہ کار کی بو
کیا پسند آئے اُسے نافۂ تاتار کی بو (شامہ)

خوشبو کا تعلق سونگھنے سے ہے۔

لذت سرود کی ہو چڑیوں کے چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہے (سامعہ)

چشمے کی آواز کو باجے سے تشبیہ دی گئی ہے اس کا تعلق سننے سے ہے۔

چھوڑی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے
یہ آبِ تلخ شربت قند و نبات ہے (ذائقہ)

شراب کو شربت قند و نبات کہا گیا ہے۔ اس کا تعلق قوتِ ذائقہ سے ہے۔

پیٹ نرمی میں صورت مخمل
صاف مانند تختۂ صندل (لامسہ)

پیٹ کی نرمی چھونے سے معلوم ہو سکتی ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

طرفین تشبیہ عقلی: طرفین تشبیہ عقلی وہ ہیں جو حواسِ خمسہ سے دریافت نہ ہوں بلکہ عقل سے معلوم ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ مشبہ اور مشبہ بہ دونوں عقلی ہوں جیسے علم کو زندگی سے اور جہل کو موت سے تشبیہ دینا۔

ع ؎ شوخیاں مضمون میں ہیں نازحسیناں کی طرح

۲۔ مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسّی ہو۔

ع زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے

مشبہ زندگی عقلی ہے اور مشبہ بہ طوفان حسّی ہے۔

۳۔ مشبہ حسّی اور مشبہ بہ عقلی ہو۔

ع نگہ آفت چشم عین بلا

مشبہ چشم حسّی ہے اور مشبہ بہ بلا عقلی ہے۔

تشبیہ کی اقسام

تشبیہ کی اقسام بہت سی ہیں۔ جن میں سے مندرجہ ذیل زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ تشبیہ مرسل ۲۔ تشبیہ موکّد ۳۔ تشبیہ مفصّل ۴۔ تشبیہ مجمل ۵۔ تشبیہ جمع ۶۔ تشبیہ تسویہ ۷۔ تشبیہ ملفوف ۸۔ تشبیہ مفروق ۹۔ تشبیہ قریب ۱۰۔ تشبیہ بعید ۱۱۔ تشبیہ مردود ۱۲۔ تشبیہ خمار ۱۳۔ تشبیہ مشروط ۱۴۔ تشبیہ مقبول۔

تشبیہ کی مثالیں

ذیل میں تشبیہ کی مثالیں دی گئی ہیں۔

۱۔ ؎ نازکی اس لب کی کیا کہیئے۔
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

لب: مشبہ + گلاب کی پنکھڑی۔ مشبہ بہ۔ سی: حرف تشبیہ + نازکی وجہ شبہ۔ لبوں کی نزاکت اور نفاست کا اظہار۔ غرض تشبیہ۔

۲۔ ؎ شام ہی سے بجھا سا رہتا ہے
دل ہے گویا چراغ مفلس کا
میرؔ

دل۔ مشبہ۔ مفلس کا چراغ۔ مشبہ بہ۔ گویا حرف تشبیہ

۳۔ کسی نے مول نہ پوچھا دل شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا
آتشؔ

دل شکستہ۔ مشبہ۔ ٹوٹا پیالہ مشبہ بہ۔

۴۔ حسنِ یوسف بھی اس کے آگے ماند
چہرہ زلفوں میں جیسے ابر میں چاند

چہرہ: مشبہ + چاند مشبہ بہ۔ زلف مشبہ + ابر مشبہ بہ۔

۵۔ ؎ جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
اقبالؔ

جگنو۔ مشبہ۔ شمع۔ مشبہ بہ۔

۶۔ ؎ بکھری ہوئی ہو زلف بھی اس چشم مست پر
ہلکا سا ابر بھی سر میخانہ دیکھیے

زلف: مشبہ۔ ابر۔ مشبہ بہ۔ چشم مست۔ مشبہ۔ میخانہ۔ مشبہ بہ۔

۷۔ ؎ آیا ہے تو جہاں میں مثال شرار دیکھ
دم دے نہ جائے ہستی ناپائیدار دیکھ
اقبالؔ

تو (انسان) مشبہ۔ شرار۔ مشبہ بہ۔ مثال۔ حرف تشبیہ

۸۔ ؎ ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں
میرؔ

دیدہ۔ مشبہ۔ پانی مشبہ بہ۔ دل۔ مشبہ۔ آگ۔ مشبہ بہ۔

۹۔ ؎ پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن
اقبالؔ

پھول۔ مشبہ۔ پریاں مشبہ بہ۔ یا۔ حرف تشبیہ۔

۱۰۔ ؎ زندگی کیا کسی مفلس کی قبا ہے جس میں
ہر گھڑی درد کے پیوند لگے جاتے ہیں
فیضؔ

زندگی۔ مشبہ۔ مفلس کی قبا۔ مشبہ بہ، کیا بمعنی گویا۔ حرف تشبیہ۔

۱۱۔ ؎ وہ ستارہ تھی کہ شبنم تھی کہ پھول
ایک صورت تھی عجب یاد نہیں
ناصر کاظمی

وہ (محبوب) مشبہ۔ ستارہ۔ شبنم۔ پھول۔ تینوں مشبہ بہ۔

۱۲۔ ؎ تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا
ولیؔ

لب۔ مشبہ۔ لعل بدخشاں۔ مشبہ بہ۔

۱۳- سہ
حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھیں
خال کو دانہ اور زلف کو دام
غالبؔ

خال - مشبہ + دانہ مشبہ بہ + زلف - مشبہ + دام - مشبہ بہ -

۱۴- سہ
روشن ہے اس طرح دلِ ویراں میں داغ ایک
اجڑے نگر میں جیسے جلے ہے چراغ ایک

دل ویراں - مشبہ + اجڑے نگر - مشبہ بہ + داغ - مشبہ + چراغ - مشبہ بہ -

۱۵- سہ
اک محمل کی اوٹ سے نکلا وہ پیلا ماہتاب
جیسے ملاّں کا عمامہ جیسے بنئے کی کتاب
جیسے مفلس کی جوانی جیسے بیوہ کا شباب

پیلا ماہتاب - مشبہ + ملاّ کا عمامہ - بنئے کی کتاب - مفلس کی جوانی - بیوہ کا شباب چاروں مشبہ بہ -

۱۶- سہ
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزا ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا
انیسؔ

شبنم کے قطرے (اوس) مشبہ + موتی - مشبہ بہ -

۱۷- سہ
ایک معمّہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا
زندگی کاہے کو ہے خواب ہے دیوانے کا

زندگی - مشبہ + دیوانے کا خواب - مشبہ بہ -

استعارہ

استعارہ کے لغوی معنی ادھار لینا ہیں۔ اصطلاح میں استعارہ سے مراد یہ ہے کہ کسی شے کے لوازمات کو کسی اور شے سے منسوب کر دیں۔ مثلاً بہادر شخص کو شیر کہہ دیں۔ دلیری اور شجاعت شیر کا خاصا ہے۔ اس کے لوازمات انسان سے منسوب کر دیئے گئے۔

استعارہ میں لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔ گویا اس کی بنیاد تشبیہ پر ہے۔ فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں مشبہ، مشبہ بہ اور حرف تشبیہ تینوں مذکور ہوتے ہیں۔ لیکن استعارہ میں حروف تشبیہ کا بالکل ذکر نہیں ہوتا۔ تشبیہ میں مشبہ کو مشبہ بہ کی مانند کہا جاتا ہے۔ لیکن استعارہ میں مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہیں۔ یعنی بہادر شخص کو شیر کی مانند کہنے کی بجائے شیر ہی کہہ دیتے ہیں مثلاً

سہ
کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخِ کہن کانپ رہا ہے

اس شعر میں شیر کا استعارہ حضرت عباس سے ہے۔

ارکان استعارہ

ارکان استعارہ یہ ہیں۔

۱۔ مستعار لہٗ: وہ چیز یا شخص جس کے لئے کوئی لفظ مستعار (ادھار) لیا جائے۔ اسے مستعار لہٗ کہتے ہیں۔

ہمیں اس گل کو پیغام دیتا ہزاروں
ہوا ہو گئی پر صبا کہتے کہتے

اس شعر میں محبوب کے لیے "گل" کا لفظ مستعار لیا گیا ہے۔ اس لیے محبوب مستعار لہٗ ہے۔

۲۔ مستعار منہٗ: وہ چیز جس کے لوازمات مستعار لیے جائیں اسے مستعار منہٗ کہتے ہیں۔ مثلاً۔ "گل"

مستعار منہٗ کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے اسے مستعار کہتے ہیں۔

۳۔ وجہ جامع: وہ مشترک صفت جس کی بنا پر استعارہ کیا جائے وجہ جامع کہلاتی ہے۔ مثلاً محبوب کو حسن و جمال کی وجہ سے "گل" کہا گیا۔

طرفین استعارہ

تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ کہتے ہیں۔ اسی طرح استعارہ میں مستعار لہٗ اور مستعار منہٗ کو طرفین استعارہ کہتے ہیں۔

استعارہ میں ارکان تشبیہ کے نام بدل جاتے ہیں۔ اس لیے ان کو جاننا اور یاد رکھنا ضروری ہے۔

	تشبیہ		استعارہ	
۱-	مشبہ	طرفین تشبیہ	مستعار لہٗ	طرفین استعارہ
۲-	مشبہ بہ		مستعار منہٗ	
۳-	وجہ شبہ		وجہ جامع	

کیا مرے حال پہ سچ مچ انہیں غم تھا قاصد
تو نے دیکھا تھا ستارہ سر مژگان کوئی

مستعار لہٗ — آنسو
مستعار منہٗ — ستارہ
طرفین استعارہ

استعارہ کی قسمیں

استعارہ کی بہت سی قسمیں ہیں جن میں سے دو اہم ہیں۔

استعارہ بالتصریح:۔ استعارہ میں عام طور پر مشبہ بہ (مستعار منہٗ) کا ذکر آتا ہے۔ اور مراد مشبہ (مستعار لہٗ) ہوتا ہے اسے استعارہ بالتصریح کہتے ہیں جیسے شیر کا نام لے کر بہادر شخص مراد لینا۔

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اس میں "صنم" سے مراد محبوب ہے صنم مستعار منہٗ محبوب: مستعار لہٗ استعارہ بالتصریح اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں استعارہ صریح اور واضح ہوتا ہے اس میں مستعار لہٗ کا ذکر نہیں ہوتا لیکن سمجھ میں آجاتا ہے کہ وہی مراد ہے۔

استعارہ بالکنایہ:۔ اگر مشبہ بہ کا ذکر کر کے مشبہ مراد لیں تو استعارہ بالتصریح کہلاتا ہے لیکن مشبہ بہ سے مراد لینے کی بجائے مشبہ سے مشبہ بہ کے معنی لیے جائیں تو اسے استعارہ بالکنایہ" کہتے ہیں اس سے استعارہ واضح نہیں ہوتا بلکہ کنائے اشارے سے کام لیا جاتا ہے۔
مثلاً موت کے پنجے سے کوئی نہیں بچ سکتا۔

یہاں موت کو درندہ سے استعارہ کیا گیا ہے وجہ جامع ہلاک کرنا ہے۔ اس میں مشبہ بہ کے لوازمات مشبہ کے لیے ثابت کیے گئے ہیں۔

مثلاً اس مثال میں پنجہ کا ذکر نہ ہو تو معلوم نہیں ہوتا۔ کہ متکلم نے موت کو درندہ قرار دیا ہے چنانچہ استعارہ بالکنایہ کو ثابت کرنے کے لیے کسی قرینے کا ہونا ضروری ہے۔

نرگس نے نگاہ بازیاں کہیں
سوسن نے زبان درازیاں کہیں

اس شعر میں نرگس کو آنکھ اور سوسن کو زبان کہا گیا اور دیکھنے اور کرنے کی خصوصیات جو آنکھ اور زبان کے ساتھ مخصوص ہیں نرگس اور سوسن میں ثابت کی ہیں۔

استعارہ کی مثالیں

ذیل میں استعارہ کی مثالیں دی گئی ہیں۔

۱۔ پاکستانی شیروں کے مقابلے میں بھارتی گیدڑ بھاگ نکلے۔

پاکستانی شیروں: مستعار منہٗ۔ پاکستانی دلیر سپاہی۔ مستعار لہٗ۔ بہادری وجہ جامع

بھارتی گیدڑ۔ مستعار منہٗ۔ بزدل سپاہی۔ مستعار لہٗ۔ بزدلی۔ وجہ جامع۔

۲۔ میرے چاند سو جا
چاند۔ مستعار منہٗ + بیٹا۔ مستعار لہٗ

۳۔ سے بھیجا خط کا کیا اس بت نے بند
اب خدایا موت کا پیغام بھیج
بت۔ مستعار منہٗ + محبوب۔ مستعار لہٗ۔

۴۔ جب چلا چاند مدینے کا سوئے رب جلیل
بجھ گئی مہر درخشاں کی فلک پر قندیل
رسول کریمؐ کو مدینے کا چاند کہا گیا ہے۔

۵۔ ع یاد آئی میرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد
عیسیٰ۔ مستعار منہٗ۔ محبوب۔ مستعار لہٗ

۶۔ سے دنیا سے انتقال ہوا نور عین کا
ہنگامہ ظہر تھا لٹا گھر حسینؑ کا
نور عین۔ مستعار منہٗ۔ فرزند۔ مستعار لہٗ۔

۷۔ ع سن کے نالوں کے مرے ہو گئے پتھر پانی
پانی نرم دل کے لیے اور پتھر ظالم کے لیے استعارہ ہے۔

۸۔ ذرے ذرے میں تیرے خوابیدہ ہیں شمس و قمر
یوں تو پوشیدہ ہیں تیری خاک میں لاکھوں گہر
فضلائے ادب کو شمس و قمر اور گہر کہا گیا ہے۔

۹۔ سے کس قدر تلخ ہے زہر آب حیات
تم پلاؤ گے تو پینا ہوگا
زندگی کی تلخیوں کا زہر پینے سے استعارہ کیا گیا

۱۰۔ سے اس آب حیات سے جدا ہوں
مچھلی کی طرح تڑپ رہا ہوں
مستعار منہٗ۔ آب حیات، مستعار لہٗ۔ محبوب۔

۱۱۔ ع چمن اڑ گئے آندھیاں آتے آتے
چمن اڑنے سے مراد مٹنا تباہ ہونا ہے۔

۱۲۔ س پلکوں پہ مچل رہے ہیں انجم
کس چاند سے آنکھ جا لڑی ہے

انجم، چاند، آنکھ لڑنا۔ مستعار لیے گئے ہیں ان سے مراد آنسو۔ دوست اور محبت ہونا ہے۔

۱۳۔ س پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

گل: مستعار منہٗ، محبوب: مستعار لہٗ۔

۱۴۔ س ادھر سے ابر جو اٹھ کر گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے

رونا مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ رو گیا ہے سے مراد "برس گیا ہے"۔

تشبیہ اور استعارہ میں فرق

استعارہ کی بنیاد تشبیہ پر ہے مگر خود استعارہ تشبیہ نہیں۔ یہ تشبیہ کی ترقی یافتہ صورت ہے۔

۱۔ تشبیہ میں کسی مشترک صفت کی بنا پر ایک چیز کو دوسری چیز کی مانند کہا جاتا ہے مثلاً خدا نے مجھے چاند جیسا بیٹا عطا کیا۔ لیکن استعارہ میں ایک چیز کو بعینہٖ دوسری چیز کے مطابق سمجھ لیا جاتا۔ مثلاً میرے چاند سو جا یا کسی حسین شخص کو چودھویں کا چاند کہہ دینا۔

۲۔ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہٖ کا ذکر ضرور ہوتا ہے لیکن استعارہ میں صرف مشبہ بہٖ کا ذکر ہوتا ہے اور اس سے مراد مشبہ ہوتا ہے یعنی چاند کہہ کر حسین شخص مراد لینا۔

۳۔ تشبیہ میں حرف تشبیہ استعمال ہوتے ہیں لیکن استعارہ میں حروف تشبیہ نہیں آتے۔ مثلاً شبنم موتی کی مانند (مانند حرف تشبیہ) کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے (استعارہ) اس میں حرف تشبیہ نہیں ہے۔

۴۔ تشبیہ میں مشبہ، مشبہ بہٖ اور وجہ شبہ آتے ہیں۔ استعارہ میں مستعار لہٗ مستعار منہٗ اور وجہ جامع کہلاتے ہیں۔

مثالیں: (۱) یاد آئی میرے عیسیٰ کو دوا میرے بعد (استعارہ) عیسیٰ سے مراد محبوب ہے۔

۲۔ زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے (تشبیہ)

زندگی کو طوفان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۳۔ س کیوں سنے عرض مضطرب مومنؔ
صنم آخر خدا نہیں ہوتا (استعارہ)

۴۔ س یہ آب و تاب حسن یہ عالم شباب کا
تم ہو کہ ایک پھول کھلا ہے گلاب کا (تشبیہ)

۵۔ س مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیے (استعارہ)

۶۔ س لوں پر چھیاں نہیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہے گرد آفتاب کے (تشبیہ)

مجاز مرسل

کسی لفظ کو حقیقی معنوں کی بجائے کسی قرینے کی بنا پر مجازی معنوں میں استعمال کرنا مجاز کہلاتا ہے۔ اگر دونوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو تو اسے "مجاز مرسل" کہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ کا لفظ قدرت و اختیار کے معنوں میں استعمال کرنا۔

"اس کام میں میرا کوئی ہاتھ نہیں"

"مجاز مرسل وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو"

مختلف شکلیں

مجاز مرسل کی ۲۴ صورتیں ہیں۔ ان میں مشہور یہ ہیں۔

۱۔ جزو سے کل مراد لینا۔ مثلاً "الحمد" کہہ کر پوری فاتحہ سورۃ مراد لینا۔ "الحمد" جزو ہے سورۃ فاتحہ (کل) کا

۲۔ کل کا ذکر کرنا اور جزو مراد لینا۔ ہاتھوں سے پھول توڑنا۔ ہاتھ (کل) سے مراد انگلیاں (جزو) ہیں اس نے نبض پر ہاتھ رکھا۔

(یا ہاتھ سے مراد انگلیاں ہیں)

گر کہے کوئی یا علی حیدرؓ
بھاگیں کانوں میں انگلیاں رکھ کر

کان میں ساری انگلیاں نہیں رکھتے بلکہ انگلی کا ایک جزو رکھتے ہیں۔

۳۔ سبب بول کر مسبب مراد لینا۔ مثلاً بادل خوب برسا۔ درحقیقت پانی برستا ہے۔ بادل تو سبب ہے۔

۴۔ مسبب بول کر سبب مراد لینا۔ مثلاً مینہ برستے وقت کہیں "اناج برس رہا ہے" اس سے مراد پانی برسنا ہے جو اناج پیدا ہونے کا ذریعہ اور سبب ہے۔

"ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے" غالب

۵۔ زمانہ سابق کے حالت سے تعبیر کرنا۔ مثلاً پاکستان میں مدت کے رہنے والے ایک ایرانی کو پاکستانی کی بجائے ایرانی کہہ کر پکارنا۔

۶۔ زمانہ مستقبل کی حالت سے تعبیر کرنا۔ مثلاً حکیم کے لڑکے کو حکیم کہنا یا ڈاکٹری کے طالب علم کو ڈاکٹر کہہ کر پکارنا۔

۷۔ ظرف کا ذکر کرنا اور مظروف مراد لینا۔ مثلاً نہر جاری ہے (نہر - ظرف) سے مراد پانی (مظروف) ہے پرنالے پہ پڑے (یعنی پانی بہنے لگا) اس نے بوتل پی۔ ہمارا حال سارا گھر جانتا ہے۔ (گھر والے جانتے ہیں)

۸۔ مظروف کا ذکر کرنا۔ اور ظرف مراد لینا۔ مثلاً الماری سے شربت اٹھا لانا۔ شربت (مظروف) بوتل (ظرف) نشہ پیتا ہے بمعنی شراب پیتا ہے۔

ع نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے

۹۔ آلہ کا ذکر کرنا اور صاحب آلہ مراد لینا۔ مثلاً قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔ (یہاں قلم سے مراد اہل قلم اور تلوار سے مراد اہل تلوار ہے یعنی سپاہی) تسبیح اور تاج کی لڑائی (علماء اور بادشاہ کی لڑائی)۔

مجاز مرسل اور استعارہ میں فرق

دونوں میں لفظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ استعارہ کی صورت میں حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔ مجاز مرسل میں تشبیہ کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ قرینے سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

کنایہ

کنایہ لغت میں پوشیدہ بات کہنے کو کہتے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں کنایہ وہ لفظ ہے۔ جس کے معنی حقیقی مراد نہ ہوں بلکہ معنی غیر حقیقی مراد ہوں اور اگر حقیقی معنی بھی مراد لیے جائیں تو جائز ہو مثلاً سفید ریش سے بوڑھا مراد لینا۔

ع ہو گئے موئے سیاہ موئے سپید

اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ سیاہ بال سفید ہو گئے۔ مگر مراد مجازی معنی یہ جاتے ہیں کہ جوانی گئی اور بڑھاپا آیا۔ تاہم اگر حقیقی معنی بھی مراد لیں تو درست ہیں۔

کنایہ قریب وہ کنایہ جسے سمجھنے میں آسانی ہو اور موصوف کی کسی صفت کا ذکر ہو مگر مراد موصوف ہو۔ مثلاً آب حرام کنایہ ہے۔ شراب سے۔

کنایہ بعید

صبح آیا جانب مشرق نظر
اک نگار آتشیں رخ سر کھلا

اس میں جانب مشرق نظر آنا۔ آتشیں رخ — سر کھلا ہونا — یہ تمام صفات سورج میں موجود ہیں۔ کنایہ بعید میں بہت سی صفات جمع کر دی جاتی ہیں۔

۳۔ تعریض وہ کنایہ جس میں اس شخص کا ذکر نہ کیا جائے جس کے متعلق کچھ کہنا ہو۔ مثلاً ایک نالائق آدمی کو دیکھ کر کہنا۔ آدمی وہ ہے جس میں آدمیت ہو۔

ہمیں بدنام ہیں جھوٹے بھی ہمیں ہیں بے شک
ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں

۴۔ تلویح وہ کنایہ ہے جس میں لازم سے ملزوم تک درمیان میں کئی واسطے ہوں مثلاً ٹھنڈا چولھا ہونے سے کنایہ ہے۔ بخیل کنجوس کا چولھا ٹھنڈا وہاں ہوگا جہاں کھانا پکے۔

۵۔ رمز جب لازم (ملزوم) کے درمیان زیادہ واسطے نہ ہوں لیکن تھوڑی بہت پوشیدگی ہو۔ ع

میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسدؔ
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

سنگ اٹھانے سے سر یاد آنا سے مراد اپنا زمانۂ جنوں یاد آنا ہے۔

۶۔ ایماء

جب نہ واسطے زیادہ ہوں اور نہ پوشیدہ

شرکت شیخ و برہمن سے میر
اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

کعبہ جدا بنانا کنایہ ہے۔ سب سے علیحدہ رہنے سے۔

کنایہ اور مجاز میں فرق

کنایہ اور مجاز میں فرق یہ ہے کہ کنایہ میں اگرچہ لازمی معنی مراد ہوتے ہیں۔ مگر اصلی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ مجاز میں اصلی معنی مراد نہیں لیے جا سکتے۔

علم بدیع

علم بیان کے قاعدے جان لینے سے تقریر اور تحریر کو مؤثر بنایا جا سکتا ہے۔ علم بدیع کے ذریعے کلام میں خوبصورتی اور دلآویزی پیدا کی جا سکتی ہے۔ کلام میں دلکشی اور رنگینی پیدا کرنے مختلف طریقوں کو صنائع (صنعت کی جمع) کہتے ہیں صنائع کے ساتھ بدائع (بدیع یعنی انوکھی نادر چیز) بھی عموماً بولا جاتا ہے۔

گویا علم بدیع وہ علم ہے جس میں کلام کی خوبیوں سے بحث کی جاتی ہے۔ کلام کی خوبیاں دو طرح کی ہوتی ہیں۔

(۱) لفظی خوبیاں یا صنائع لفظی

مثلاً

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گُل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

اس شعر میں پتا، بوٹا، گُل، جانے کئی دفعہ استعمال ہوا ہے اس طرح شعر میں ایک لفظ مکرر یعنی بار بار استعمال ہو تو اسے صنعت تکرار کہتے ہیں۔

(۲) معنوی خوبیاں یا صنائع معنوی

مثلاً

جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا
جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

اس شعر میں آ کے۔ جا کے۔ جائے۔ آئے۔ بڑھاپا۔ جوانی۔ متضاد لفظ ہیں۔ ایسی صنعت کو صنعت تضاد کہتے ہیں۔

(۱)۔ لف و نشر

"لف" کے معنی لپیٹنا اور "نشر" کے معنی پھیلانا ہیں اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں کہ پہلے چند چیزوں کا ذکر ایک خاص ترتیب سے کیا جائے (لف) اور اس کے بعد ان چیزوں کے مناسبات اسی ترتیب سے یا بلا ترتیب بیان کیے جائیں۔ (نشر)

اس کی دو اہم قسمیں ہیں۔

(۱) لف و نشر مرتب:۔ اگر ترتیب نشر، لف کے مطابق ہو تو اسے لف و نشر مرتب کہتے ہیں مثلاً

جس کی چمک[1] ہے پیدا جس کی مہک[2] ہویدا
شبنم کے موتیوں[1] میں، پھولوں[2] کے پیرہن میں

پہلے چمک اور مہک کا ذکر ہے اور پھر اسی مناسبت سے موتیوں اور پھولوں کا۔

۲۔ س آتش[1] و آب[2] و باد[3] و خاک[4] نے لی
س وضع سوز[1] و نم[2] و رم[3] و آرام[4]

۳۔ س شرکت شیخ[1] و برہمن[2] سے میر
کعبہ[1] و دیر[2] سے بھی جائے گا،

۴۔ س ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا[1] نہ وہ دنیا[2]
یہاں مرنے[1] کی پابندی وہاں جینے[2] کی پابندی

۵۔ س ترے رخسار[1] و قد[2] و چشم[3] کے ہیں عاشق زار
گل[1] جدا، سرو[2] جدا، نرگس بیمار[3] جدا

(۲) لف و نشر غیر مرتب:۔ اگر ترتیب مختلف ہو تو لف و نشر غیر مرتب کہتے ہیں۔

(۱) ایک سب آگ[1] ایک سب پانی[2]
دیدہ[2] و دل[1] عذاب ہیں دونوں

ترتیب مختلف ہے آگ اور پانی کی مناسبت سے ترتیب .. دل و دیدہ ہونی چاہیے تھی۔

(۲) رخ[1] و جبیں[2] و مژہ[3] نیز چشم[4] و ابرو[5] کو
سناں[3] و بدر[1] و مہ[2] و نرگس[4] و ہلال[5] لکھا

اگر ترتیب بالکل برعکس ہو تو اسے لف و نشر معکوس کہتے ہیں جیسے۔

روئے تاباں[1] زلف مشکیں[2] قامت رعنا[3] ترا
سرو[3] ہے سنبل[2] ہے اور خورشید عالمتاب[1] ہے

(۲)۔ تضاد

جب کلام میں دو ایسے الفاظ لائے جائیں جو معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے کی ضد ہوں تو اسے صنعت تضاد کہتے ہیں مثلاً دن اور رات، صبح اور شام سیاہ اور سفید

یاں کے سپید و سیہ میں ہم کو دخل جو ہے سو اتنا ہے
رات کو رو رو صبح کیا اور دن کو جوں توں شام کیا

اس میں سپید و سیہ، رات اور دن، صبح اور شام میں تضاد ہے۔

۲۔ جو آ کے[1] نہ جائے[2] وہ بڑھاپا[3] دیکھا
جو جا کے[2] نہ آئے[1] وہ جوانی[3] دیکھی

۳۔ ط ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے

۴۔ مجھے خندۂ گل پہ آتا ہے رونا
کہ اس طرح ہنسنے کی خو تھی کسی کی } ہنسنا اور رونا

۵ چراغ خانۂ درویش ہوں میں
ادھر[1] جلتا[2] ادھر[1] بجھتا[2] رہا ہوں

۶۔ خدا پنہاں ہے عالم آشکارا
نہاں ہے گنج ویرانہ عیاں ہے

۷۔ میری قدر کر اے زمین سخن
کہ میں نے تجھے آسماں کر دیا

۸۔ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

۹۔ ط ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

۱۰۔ ط نہ مرنے کا غم ہے نہ جینے کی شادی

(۳)۔ حسن تعلیل

"حسن تعلیل" کے لغوی معنی علت یا توجیہ پیش کرنے کے ہیں یعنی کسی چیز کے وقوع کے لیے کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔ لیکن شاعر ایسے انداز میں پیش کرے کہ حقیقت معلوم ہو۔

۱۔ س سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

لالہ و گل کے زمین سے ابھر آنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ حسینوں کو زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے تو حسن فنا نہیں ہوتا بلکہ لالہ و گل کی شکل میں پھر نمودار ہو جاتا ہے حالانکہ یہ وجہ نہیں۔

۲۔ س ڈر سے ہوا فرات کی موجوں میں اضطراب
اور آب میں سروں کو چھپانے لگے حباب

حباب کے سروں کو آب میں چھپانے کی وجہ شاعر نے "ڈر" بتائی ہے حالانکہ بلبلے تو ٹوٹتے پھوٹتے رہتے ہیں۔

۳۔ ؎ پیاسی جو تھی سپاہ خدا تین رات کی
ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

فرات کی موجوں کا سر پٹکنا ـــــ حسن تعلیل ہے۔

۴۔ ؎ ڈھالوں کا یہ عالم تھا کہ چھپتی تھیں پس پشت

۵۔ ؎ کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

(پھول کی مختلف پتیاں ہوتی ہیں لیکن شاعر نے یہ توجیہ پیش کی ہے کہ بلبل کے نالوں کی وجہ سے پھول کے جگر کے ٹکڑے ہو گئے ہیں)۔

۶۔ ہوتا ہے نہاں گرد میں صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبیں خاک پہ دریا مرے آگے

۷۔ اس موج کے ماتم میں روتی ہے بھنور کی آنکھ
دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے نہ ٹکرائی

۸۔ سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی
بن گیا روئے آب پر کائی

۹۔ اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے یہ مرا جامِ سفال اچھا ہے

(۴) مراعات النظیر

کلام میں ایسے الفاظ لانا جن کے معنوں میں خاص مناسبت ہو مگر یہ نسبت تقابل یا تضاد کی نہ ہو صنعت مراعات النظیر ہے

مثلاً سرو۔ گل۔ لالہ۔ بلبل، چمن کا ایک جگہ ذکر کرنا۔ یا صراحی پیمانہ۔ جام کا ذکر کرنا۔

اس صنعت کو توفیق، تلفیق اور ایتلاف بھی کہتے ہیں

مثالیں:- ۱۔ خط بڑھا زلفیں بڑھیں۔ کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

۲۔ محتسب کی خیر اونچا ہے اسی کے فیض سے
رند کا، ساقی کا، مے کا، خم کا میخانے کا نام

۳۔ ؎ رَو میں ہے رخشِ عمر کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

۴۔ ؎ خواباں تھے نخلِ گلشنِ زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیئے تھے کٹورے گلاب کے

۵۔ ؎ سر کہیں بال کہیں ہاتھ کہیں پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو

۶۔ ؎ زندگانی کی حقیقت کوہکن کے دل سے پوچھو
جوئے شیر و تیشہ و سنگِ گراں ہے زندگی

۵ ایہام

ایہام کے معنی وہم میں ڈالنا کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کلام میں کوئی ایسا لفظ لایا جائے جس سے سننے والا تھوڑی دیر کے لیے وہم میں پڑ جائے۔ ایسے لفظ کے عموماً دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک معنی قریب دوسرے معنی بعید سننے والے کا ذہن معنیٔ قریب کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کی مراد معنیٔ بعید (پوشیدہ) سے ہے۔

شب جو مسجد میں جا پھنسے مومن
رات کاٹی خدا خدا کر کے

اس کے قریبی معنی یہ ہیں کہ ساری رات خدا کا نام لیتے رہے اور محاورہ کے معنی ہیں بڑی مشکل سے (خدا خدا کر کے رات کاٹنا) یہ معنیٔ بعید ہیں اور شاعر کا مقصد یہی ہے۔

ابتدائی دور میں شعرا نے اس صنعت کو خوب برتا بلکہ مستقل فن بنا لیا۔ میر و سودا کے دور میں یہ تحریک ختم ہو گئی مثلاً میر نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ ایہام کے بغیر بھی شاعری دلکش ہو سکتی ہے۔

کیا جانے دل کو کھینچے ہیں کیوں شعر میر کے
کچھ طرز ایسی بھی نہیں، ایہام بھی نہیں

مثالیں:- (۱) اس کے عارض کو دیکھ جیتا ہوں
عارضی میری زندگانی ہے

(عارضی میں ایہام ہے کیونکہ عارض کے معنی رخسار ہوتے ہیں)

۲۔ ؎ ہجر میں گھل گھل کے آدھا ہو گیا
لے مسیحا اب میں موسیٰ ہو گیا

یہاں موسیٰ پیغمبر مراد نہیں بلکہ موسا (بمعنی بال کی مانند) مراد ہے

۳۔ ؎ ہم سے بے کل سے وعدہ فردا
بات کرتے ہو تم قیامت کی

(کل کے معنی آنے والا دن اور چین۔ اسی طرح فردا کے معنی کل اور قیامت کے معنی حشر اور غضب کے ہیں)

۴۔ ان بتوں کا ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو ہی لب در کے ہیں اور یہاں خدا کا نام ہے

("خدا کا نام ہے" کے الفاظ میں ایہام ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ خدا کا نام لیتے رہتے ہیں بلکہ مفلس و تہی دست مراد ہے)

(۶) تجنیس تام

کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا۔ جو تلفظ یا املا دونوں میں مشابہت رکھتے ہوں اور معنی میں مختلف ہوں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں

تجنیس تام :۔ جب دو لفظ حروف کی تعداد ترتیب اور اعراب کے لحاظ سے بالکل یکساں ہوں اور معنی مختلف رکھتے ہوں تو اسے تجنیس تام کہتے ہیں مثلاً ڈالی (بمعنی شاخ) ڈالی (ڈالنا سے ماضی)

مثالیں :۔ ۱۔ چمن میں کس نے الٰہی نگاہ ڈالی آج
جو کھلکھلاتی ہے گل کی ہر ایک ڈالی آج

۲۔ ؎ سب کہیں گے ہم اگر لاکھ برائی ہوگی
پر کہیں آنکھ لڑائی تو لڑائی ہوگی

(آنکھ لڑانا کے معنی عاشق ہونا ہیں)

۳۔ آہنگ نہ تھا یاں تلک آنے کا دلے
سن کر آہنگ سازِ محفل آئے

(آہنگ بمعنی ارادہ اور آواز)

۴۔ ؎ تجھے کچھ بھی خدا کا ترس ہے اے سنگدل ترسا
ہمارا دل بہت ترسا اسے ترسا نہ اب ترسا

(پہلا "ترسا" عیسائی کے معنوں میں ہے دوسرا "ترسا" ماضی ہے تیسرا "ترسا" وہی پہلا "ترسا" چوتھا "ترسانہ" فعل نہی یعنی مت ترسا)

تمہارے دستِ نازک کیلئے بھیجی تھی اک پہنچی
خبر پہنچی تو یہ پہنچی کہ وہ پہنچی نہیں پہنچی

جب دونوں لفظ اسم ہوں تو تجنیس مماثل کہتے ہیں جب ایک اسم ہو اور دوسرا فعل تو تجنیس مستوفی کہتے ہیں

تجنیس مرکب :۔ کلام میں دو ایسے الفاظ لانا جو بلحاظ حروف و تلفظ یکساں ہوں ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب

؎ کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقیں ہے صبح تک دے گی نہ جینے

تجنیس مرفو :۔ جب ایک لفظ کسی دوسرے لفظ سے مرکب ہو کر یکساں معلوم ہو۔

؎ غل تھا کہ اب مصالحت جسم و جاں نہیں
لو تیغ برق دم کا قدم درمیاں نہیں

(برق کا "ق" "دم" سے مل کر "قدم" بن جاتا ہے۔

تجنیس خطی :۔ جب الفاظ صورت میں یکساں ہوں لیکن حرکات و سکنات اور نقطوں میں فرق ہو۔ مثلاً خرابہ اور خزانہ۔ عسرت۔ اور عشرت۔ خلوت و جلوت۔

تجنیس محرّف :۔ جب حرف حرکات و سکنات میں فرق ہو

گلے سے لگتے ہی جتنے گلے تھے بھول گئے
ورنہ یاد تھیں ہم کو شکایتیں کیا کیا

(گلے اور گِلے)

ع اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

تجنیس زائد و ناقص :۔ جب دو ایسے لفظ آئیں جن میں سے ایک میں دوسرے کی نسبت ایک حرف شروع یا آخر یا درمیان میں زائد ہو جیسے۔ زور۔ اور زر، کوہ۔ شکوہ بات اور نبات

؎ زور و زر کچھ نہ تھا تو بارے میر
کس بھروسے پہ آشنائی کی

تجنیس مضارع :۔ جب دونوں لفظوں میں ایک حرف کا اختلاف ہو لیکن دو قریب المخرج ہوں۔ یعنی پڑھنے میں ایک سے معلوم ہوں جیسے تال اور حال لال اور لعل

تجنیس قلب :۔ جب حروف کی ترتیب ایک دوسرے کے برعکس ہو جیسے بارش اور شراب، کمال اور کلام۔ قرابت اور رقابت

۷ صنعت ترصیع

ترصیع میں شعر کے دونوں مصرعوں کے الفاظ باہم متوازن اور حروف و قافیہ کے اعتبار سے مساوی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے

کے مقابل آتے ہیں۔

مثالیں :- ۱۔ بہاریں عجیب اور فضائیں عجیب
صدائیں عجیب اور ہوائیں عجیب

۲۔ ؎ کبھی عارضِ گل پہ ان کی نگاہ
کبھی زلفِ سنبل پہ ان کی نگاہ

۳۔ ؎ وحیدِ یگانہ ریاضت میں تھے
جنیدِ زمانہ عبادت میں تھے

۴۔ ؎ ادھر سے جاندارِ کشورستان
ادھر سے سپہدارِ مازندران

۵۔ ؎ خوابِ جمالِ عشق کی تعبیر ہے حسینؑ
شامِ ملالِ عشق کی تصویر ہے حسینؑ

۶۔ ؎ حد مزائے کمالِ سخن ہے کیا کیجیے
ستم بہائے متاعِ ہنر ہے کیا کیجیے

۷۔ ؎ تیری تاخیر ہو گئی آخر
میری تقدیر سو گئی آخر

۸۔ ؎ ہمت نے میری مجھے اڑایا
غفلت نے تیری مجھے چھڑایا

(ان میں دوسرے مصرعوں کا ہر لفظ پہلے مصرع کے ہر لفظ سے ترتیب وار ہم قافیہ وہم وزن ہے)

۸ تلمیح

کلام میں مشہور واقعہ، قصہ کہانی آیت قرآن یا کسی فن کی اصطلاح کی طرف اشارہ کرنا تلمیح کہلاتا ہے۔ مثلاً آتش نمرود سے وہ واقعہ مراد ہے جب حضرت ابراہیم کو نمرود نے آگ میں پھینکا تھا اور آگ گلزار بن گئی تھی اسی طرح چاہ یوسف، دار ورسن۔ آئینہ سکندر وغیرہ تلمیحات ہیں

مثالیں :- بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

۲۔ ؎ کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی

۳۔ ؎ آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا
دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت

۴۔ ؎ نارِ نمرود کو کیا گلزار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

۵۔ ؎ تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

۶۔ ؎ قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

۷۔ ؎ ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

۸۔ ؎ کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

عروض اور تقطیع

عروض

عروض شعر کے وزن کی پرکھ یا جانچ پڑتال کے قاعدوں کا نام ہے۔ شعر کہنے یا پرکھنے کے لیے عروض سے واقف ہونا لازمی ہے۔ علم عروض کا موجد خلیل بن احمد عروضی ہے اس نے شعر کا وزن دیکھنے کے لیے مختلف بحریں وضع کیں۔ "ف۔ ع۔ ل" کو مادہ قرار دیا اور حرف کی حرکت و سکون سے شعر کے لیے مختلف اوزان مقرر کیے۔

ارکان

جن آوازوں سے مصرع کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے انہیں "ارکان" کہتے ہیں "ارکان" رکن کی جمع ہے۔

اوزان

ایک مصرع کے ارکان کو ملا کر "وزن" کہتے ہیں وزن کی جمع اوزان ہے اور وزن ایسی کسوٹی ہے جس کے ذریعے کسی شعر کی درستی یا نادرستی کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

شعر کی جانچ پڑتال دو طرح سے ہوتی ہے ایک ظاہری اعتبار سے دوسرے معنوی اعتبار سے۔ ظاہری اعتبار سے جانچ پڑتال کا مطلب یہ ہے۔ کہ شعر کا وزن درست ہو۔ قافیہ ردیف ٹھیک ہوں۔ جس طرح زبان صرف و نحو سے بے نیاز نہیں ہو سکتی اسی طرح شعر فن عروض سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

بحر

شعر جس وزن پر کہے جاتے ہیں اس کے لیے اصطلاحی نام "بحر" ہے ہر بحر چند ارکان سے مل کر بنتی ہے

ارکان کی تعداد

ارکان تعداد میں آٹھ ہیں۔

(۱) فَعُولُنْ (۲) فَاعِلُنْ (۳) مَفَاعِیلُنْ (۴) فَاعِلَاتُنْ (۵)
مُسْتَفْعِلُنْ (۶) مُفَاعِلَتُنْ (۷) مُتَفَاعِلُنْ (۸) مَفْعُولَاتُ

پہلے دو ارکان پانچ حرفی ہیں اور دوسرے سات سات حرفی۔ بعض اوقات فَاعِلَا تُن اور مُسْ تَفْعِ لُنْ کے اجزائے ترکیبی میں فرق آجاتا ہے۔ لہٰذا دس ارکان بھی شمار ہوتے ہیں۔

عروضیوں نے الفاظ کو تولنے کے لیے یہ ارکان بطور پیمانہ مقرر کیے ہیں جن کی معینہ تعداد میں تکرار سے بحروں کی تشکیل ہوتی ہے۔ فن عروض کا مقصد یہ ہے کہ اشعار کی موزونیت اور غیر موزونیت میں تمیز کی جا سکے جس طرح فن موسیقی میں طبلے کی ایک تھاپ اور دوسری تھاپ کے درمیان وقفہ یا خلا پیدا ہوتا ہے اسی طرح الفاظ کے حرکات و سکنات سے وقفے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً "زندگی عمل سے جنت بھی بنتی ہے جہنم بھی" اس میں وہ تاثر نہیں ہوتا جو

؎ عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

سے ہوتا ہے کیونکہ وہی بات اب وزن کے سانچے میں ڈھل گئی ہے۔

ہم وزن الفاظ

جب دو لفظ تعداد حروف اور حرکت و سکون کی ترتیب میں یکساں ہوں تو ہم کہتے ہیں یہ لفظ ہم وزن ہیں مثلاً اَبْ اور جب حروف کی تعداد بھی ایک سی ہے اور دونوں کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہے لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ حرکات زیر (ِ) زبر (َ) پیش (ُ) کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا مثلاً "گُل، دِل، پَل" کا وزن برابر ہے کیونکہ پہلے حروف متحرک ہیں اور دوسرے ساکن اور تعداد حروف بھی برابر ہے صرف حروف برابر ہونے سے ہم الفاظ کو ہم وزن نہیں کہہ سکتے البتہ غَالِبْ۔ کَامِلْ۔ ہم وزن ہیں

اجزائے ارکان

یہ امر مسلم ہے کہ کلمہ دو یا دو سے زیادہ حروف سے مرکب ہوتا ہے ایک حرف سے کوئی کلمہ نہیں بن سکتا چونکہ کلمہ ساکن حرف سے شروع نہیں ہوتا اس لیے دو حرفوں کی صورت میں یا تو پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہوگا یا دونوں متحرک ہونگے دو حرفی کلمہ کو سبب تین حرفی کو وَتَدْ چار حرفی کو فاصلہ اور پانچ حرفی کو فاصلہ کہتے ہیں۔

سبب خفیف:۔ دو حرفی کلمہ جس کا پہلا حرف متحرک اور دوسرا ساکن ہو سبب خفیف کہلاتا ہے مثلاً۔ اَبْ۔ کَبْ۔ جَبْ۔ سَبْ۔ رُبْ۔ گُلْ۔ تُوْ۔ دِلْ۔ پُلْ۔

سبب ثقیل:۔ جب دونوں حرف متحرک ہوں تو سبب ثقیل کہتے ہیں گُلِ سرخ۔ دِلِ غمزدہ ان میں گُلِ اور دِلِ کے دونوں حروف متحرک ہیں مُتَفَاعِلُنْ۔ میں مُتَ

وَتَدْ مجموع:۔ سہ حرفی کلمے کے اگر پہلے دونوں حرف متحرک ہوں وَتَدْ مجموع کہتے ہیں مثلاً چَمَنْ۔ سَفَرْ۔ قَلَمْ۔ فَعُولُنْ میں فَعُوْ

وَتَدْ مفروق:۔ جب پہلا اور تیسرا حرف متحرک ہو اور دوسرا ساکن مثلاً جام شراب (ج متحرک ا۔ ساکن۔ م متحرک) داغِ دل (د متحرک ا ساکن غ متحرک) مَفْعُوْلَاتُ میں لَاتُ

فاصلہ صغریٰ:۔ چہار حرفی کلمہ کے اگر پہلے تین حروف متحرک چوتھا ساکن تو فاصلہ صغریٰ کہتے ہیں۔ مثلاً فَقَرَاْ۔ وَکَلَاْ۔ سُخَنَہْ۔ مُفَاعَلَتُنْ میں عَلَتُنْ

فاصلہ کبریٰ:۔ اگر پنج حرفی کلمہ کے پہلے چار حروف متحرک ہوں اور پانچواں ساکن ہو تو اسے فاصلہ کبریٰ کہتے ہیں مثلاً سُخَنِ مَنْ۔ بعض عروضی فاصلے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ سبب اور وَتَدْ سے کام چل جاتا ہے۔ مثلاً "مُفَاعَلَتُنْ میں مُفَا (وتد مجموع) عَلَ (سبب ثقیل) تُنْ (سبب خفیف)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ فاصلے کی ضرورت نہیں تقطیع کے لیے سبب اور وتد ہی کافی ہے۔

(۱) بحر متقارب مثمن سالم (۲) بحر ہزج مثمن سالم (۳) بحر رجز مثمن سالم (۴) بحر رمل مثمن محذوف و مقصور۔

تقطیع یہ لفظ "قطع" سے نکلا ہے مراد ہے ٹکڑے کرنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد حروف شعر کا مقررہ بحر کے حروف کے ساتھ مطابق کرنا ہے مثلاً متحرک کے مقابل متحرک اور ساکن کے مقابل ساکن آئے مثلاً گورے دیکھے کالے دیکھے میں چار دفعہ (فعلن) آتا ہے اس کی تقطیع یوں ہوگی۔

گو رے	دے کھے	کا لے	دے کھے
فع لن	فع لن	فع لن	فع لن

تقطیع کے چند اصول ضروری نہیں کہ جو حرکات (زیر۔ زبر۔ پیش) ارکان بحر کے حرفوں پر ہوں وہی مصرع کے حرفوں پر بھی ہوں۔ مثلاً ہَمَارَا۔ فَعُوْلُنْ کے وزن پر ہے کیونکہ ہ۔ م۔ ر پر زبر ہے۔ فَعُوْلُنْ میں پہلا دوسرا اور چوتھا حرف متحرک ہے تیسرا اور چوتھا حرف ساکن ہے اس لیے یہ الفاظ ہم وزن ہیں

(۲) تقطیع کی بنیاد ان حروف پر ہے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں مثلاً خوش۔ خود میں واؤ معدولہ نہیں پڑھی جاتی۔ لہٰذا وزن میں خُش اور خُد شمار ہوں گے اسی طرح بعض اوقات چہ (چ) کہ (ک)، نہ (ن) وزن میں آئیں گے۔

(۳) نون غنہ وزن میں شمار نہیں ہوتا۔ مثلاً مکاں۔ کنواں، جاں۔ زمیں۔ کو مکا، کوا جا، زمی پڑھا جائے گا۔

(۴) بعض حروف لکھنے میں نہیں آتے مگر بولے جاتے ہیں ایسے حروف تقطیع میں آجاتے ہیں مثلاً مقدّس میں "د" دو دفعہ ہے مقددس، مرکّب (مرک کب)

(۵) الف ممدودہ "آ" میں دو الف شمار ہوتے ہیں پہلا متحرک اور دوسرا ساکن مثلاً آ (اا) آنا (اانا) بر وزن فعلن

(۶) حروف علت (و۔ا۔ی) اگر وزن میں نہ آسکیں تو خاص مقامات پر گرا دیے جاتے ہیں مثلاً ع ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا۔ وزن میں "ہمسکے" پڑھا جائے گا

ع کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے

"کبھ ہم" اور "کبھ غیرو" پڑھا جائے گا۔

(۷) فارسی کی اضافت زیر کو اگر کھینچ کر پڑھیں کہ "ی" کی آواز پیدا ہو تو ایک حرف زائد "ی" شمار ہوگا مثلاً

ع امیدِ حور نے سب کچھ بھلا رکھا ہے زاہد کو

اس میں "امیدے حو" بر وزن "مَفَاعِیْلُنْ" ہے

(۸) فارسی عربی الفاظ کی یائے معروف "ی" گرانا جائز نہیں جیسے بلندی۔ امیری۔ اس طرح "واؤ" گرانا بھی درست نہیں جیسے پہلو، آہو

(۹) اگر ایک لفظ میں دو ساکن متواتر ہوں اور وہ لفظ مصرع کے درمیان ہو آخر میں نہ ہو تو دوسرے ساکن کو متحرک کرنا ضروری ہے۔

ع ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

کام کا "الف" اور "م" دونوں ساکن ہیں لہٰذا دوسرے ساکن یعنی "م" کو متحرک کر دیا۔ اور تقطیع اس طرح ہوئی

آدمی تھے
ورنہم بھی (فاعلاتن)، کامکے (فاعلاتن)، کامکے (فاعلن)

عملی تقطیع

۱۔ بحر متقارب مثمن سالم: فَعُوْلُنْ آٹھ بار آتا ہے چار بار ایک مصرع میں اور چار بار دوسرے مصرع میں (۲۰ حروف)

مصرع اول	مصرع ثانی
فعولن ۱ ۔ فعولن ۲ ۔ فعولن ۳ ۔ فعولن ۴	فعولن ۵ ۔ فعولن ۶ ۔ فعولن ۷ ۔ فعولن ۸

وجہ تسمیہ چونکہ یہ بحر آٹھ ارکان پر مشتمل ہے لہٰذا مثمن (یعنی آٹھ) ہے اور اصل ارکان میں کوئی ردّ و بدل نہیں کی گئی لہٰذا سالم ہے۔

مثالیں: (۱) ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
نہ دیکھا سو دیکھا جو دیکھا نہ دیکھا

فعولن	فعولن	فعولن	فعولن
ترے عشق ترے عشق	ق میں ہم نے ہم	نے کیا کیا نکا کا	نہ دیکھ ندے کھا
نہ دیکھا ندے کھا	سو دیکھا سدے کھا	جو دیکھا جدے کھا	نہ دیکھا ندے کھا

(۲) ؎ غزل اس نے چھیڑی مجھے ساز دینا
ذرا عمرِ رفتہ کو آواز دینا

غزل اس	نچھیڑی	مجھے سا	ز دینا
ذرا عم	رِ رفتہ	کُ آوا	ز دینا

(۳) ؎ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

ستا رو	سے آگے	جہا او	ر بھی ہیں
ابھی عش	ق کے ام	تحا او	ر بھی ہیں

(۴) ؎ تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

تجھی کو	جو یا جل	وہ فرما	نہ دیکھا
برابر	ہے دنیا	کو دیکھا	نہ دیکھا

(۵) ؎ مجھے گل کے ہنسنے پہ آتا ہے رونا
کہ اس طرح ہنسنے کی خو تھی کسی کی

مجھے گل	کے ہس نے	پہ آآ تا	ہِ رونا
کِ اس طر	ح ہس نے	کِ خو تھی	کسی کی

(۶) ؎ نہ گنتا تھا کوئی حسینوں میں تم کو
تجھے دے کے دل میں نے دلبر بنایا

فعولن	فعولن	فعولن	فعولن
ن گنتا	تھا کُ ئی	حسی نو	مے تم کو
تجھے دے	کِ دل مے	نے دل بر	بنایا

(۷) ؎ بڑے بے مروّت ہیں یہ حسن والے
کہیں دل لگانے کی کوشش نہ کرنا

بڑے بے	مرو وت	ہے یہ حس	نوا لے
کہیں دل	لگا نے	کی کوشش	نکرنا

(۸) ؎ وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

وہ نبیو	مِ رحمت	لقب پا	ِ نےوالا
مرادے	غریبو	کِ بر لا	ِ نےوالا

نوٹ:۔ نمبر ۸ "مسدس حالی" سے ہے۔ تمام "مسدس حالی" اسی بحر میں ہے اس میں سے مشق کی جاسکتی ہے۔

بحر ہزج مثمن سالم:۔ اس بحر میں مفاعیلن آٹھ بار آتا ہے اور کوئی زحافات (ردّ و بدل) نہیں لہٰذا اسے مثمن سالم کہتے ہیں۔ چار بار پہلے مصرع میں اور چار بار دوسرے مصرع میں (کل ۲۸ حروف)

مصرع اوّل				مصرع ثانی			
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸

مثالیں :- ؎ غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
غلامی مے	نکاما تی	ہے شمشیرے	نتدبیرے
جہو ذوقے	یقی پیدا	تکٹے جاتی	ہزنجیرے

(۲) ؎ اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اسدبس مل	ہ کس ان دا	زکا کہتا ـ	ہ قاتل سے
تمشق قے نا	ذکر خو نے	دوعالم م	رِ گر دن پر

(۳) ؎ رموزِ فطرت انساں کو بحرِ بیکراں پایا
ابھی آنکھوں نے کیا دیکھا ابھی ساحل کہاں پایا

رموز فط	رت انساں	کو بحرِ بے	کراں پایا
ابھی آنکھوں	نے کیا دیکھا	ابھی ساحل	کہاں پایا

(۴) ؎ نہیں منت کش تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

نہیں منت	کشِ تابِ	شنیدن دا	ستاں میری
خموشی گفت	تگو ہے بے	زبانی ہے	زباں میری

(۵) ؎ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
ہزارِ خا	ہ شے ایسی	کہ ہر خا ہش	پہ دم نکلے
بہت نکلے	مرے ارما	ں لے کن پر	بھی کم نکلے

(۶) ؎ رخ رنگیں پہ موجیں ہیں تبسم ہائے رنگیں کی
شعاعیں کیا پڑیں رنگت نکھر آئی گلستاں کی

رخ رنگیں	پہ موجیں ہیں	تبسم ہا	ینہاں کی
شعاعیں کیا	پڑیں رنگت	نکھر آئی	گلستاں کی

(۷) ؎ یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

یقین محکم	عمل پیہم	محبت فا	تح عالم
جہاد زِن	دگانی میں	یہ ہیں مردوں	کی شمشیریں

(۸) ؎ خموشی اس لیے دیوانگی میں ہم نے حاصل کی
خدا جانے وہ کیا پوچھے ہمارے منہ سے کیا نکلے

خموشی اس	لیے دیوا	نگی میں ہم	نے حاصل کی
خدا جانے	وہ کیا پوچھے	ہمارے منہ	سے کیا نکلے

(۹) ؎ ترے جلووں کے آگے ہمت شرح و بیاں رکھ دی
زبان بے نگہ رکھ دی نگاہ بے زباں رکھ دی

ترے جلووں	کے آگے ہم	مت شرحو	بیاں رکھ دی
زبان بے	نگہ رکھ دی	نگاہ بے	زباں رکھ دی

نوٹ :- حفیظ جالندھری کا شاہنامۂ اسلام اسی بحر میں ہے اقبال کی مشہور نظمیں "تصویرِ درد" اور "طلوعِ اسلام" بھی اسی بحر میں ہیں ان کے اشعار لے کر مشق کیجیے۔

بحرِ رمل مثمن مقصور و محذوف

اردو میں بحر رمل سالم مستعمل نہیں صرف چند غزلیں ملتی ہیں نیز نصاب میں بحر رمل مقصور و محذوف شامل ہے

اس کے ارکان یہ ہیں۔

بحر رمل مثمن مقصور:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یعنی "ن" کی
مقصور
کمی ہے۔

بحر رمل مثمن محذوف:۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن یعنی "ات"
محذوف
حذف ہیں۔

اس بحر میں کسی ایک شعر میں مقصور یا محذوف مصرعے بھی آسکتے ہیں ($\frac{۲۷}{۲۸}$ حروف)

بحرِ رمل مقصور

مثالیں:

(۱) ؎ کیا خزاں میں جائیں سوئے باغ ہم عاشق مزاج
منہ کو آتا ہے جگر سن کر بیان عندلیب

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات
کیا خزاں میں	جائیں سوئے	باغ ہم عا	شق مزاح
منہ کو آتا	ہے جگر سن	کر بیانے	عندلیب

(۲) ؎ رو لے اب دل کھول کر اے دیدۂ خونابہ بار
وہ نظر آتا ہے تہذیب حجازی کا مزار

رو لِ اب دل	کھول کر اے	دیدہ اے خو	نا ببار
وہ نظر آ	تا ہتہذی	بے حجازی	کا مزار

(۳) ؎ ایک مشتِ خاک کا کیا ہو بیانِ اضطراب
ذرّے ذرّے میں نہاں ہے اک جہانِ اضطراب

اے کمش تے	خاک کا کا	ہو بیانے	اِ ضطراب
ذرّے ذرّے	مے نہا ہے	اک جہانے	اِض طراب

(۵) ؎ من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلات
من کی دنیا	من کی دنیا	سوز و مستی	جذب و شوق
تن کی دنیا	تن کی دنیا	سود و سودا	مکر و فن

بحرِ رمل محذوف

مثالیں:۔

(۱) ؎ آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس پانی کے صحرا میں ہے تو

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
آہ اے سس	لی سمندر	کی ہتجھ سے	آ برو
رہنما کی	طرح اس پا	نی کصحرا	مے ہتو

(۲) ؎ مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بت خانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں تو ہی صاحب خانہ تھا

مدرسہ یا	دیر تا یا	کعبے بیا بت	خانَ تا
ہم سبھی مہ	مانَ تے وا	تو ہصاحب	خانَ تا

(۳) ؎ میرا دامن پرزے پرزے ہے خدا کے فضل سے
ناز ہے دامن کو مجھے دیوانگی پہ ناز ہے

میرا دا من	پرزے پرزے	ہے خدا کے	فضلِ سے
ناز ہے وا	من مجھے دی	وانگی پہ	ناز ہے

(۴) ؎ بھول کر اے چاند کے ٹکڑے ادھر آجا کبھی
میرے ویرانے میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی

kitabeadabiyat.blogspot.com

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعِلُنْ
بول او	چاو کے ٹک	ٹے ادرا	جا کبی
ے روی را	نے مبھی ہد	جام دم بر	چادنی

(۵) سہ تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں پیہم رواں ہر دم جواں ہے زندگی

تو اسے پے	مانۂ ام	روز و فردا	سے نہ ناپ
جاوداں پے	ہم رواں ہر	دم جواں ہے	زندگی

بحر رمل محذوف مقصور

مثالیں (۱) سہ پاس تھا ناکامیٔ صیاد کا اے ہمصفیر
ورنہ میں اور اڑ کے جاتا ایک دانے کے لیے

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن		
پاستھانا	کامئے صی	یاد کا اے	ہمصفیر	فاعلات
ورنے ار	اڑکجاتا	ایکدانے	کے لیے	فاعلن

(۲) سہ اے دلِ ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر
کون لا سکتا ہے تاب جلوۂ دیدار دوست

اے دلے نا	عاقبت ان	دیش ضبطے	شوق کر	فاعلن
کون لاسک	تاہتابے	جلوائے دی	دار دوست	فاعلات

بحر رجز مثمن سالم مُسْتَفْعِلُنْ آٹھ بار (۲۸ حروف)

مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸

مثالیں (۱) سہ مغرب سے اٹھی ہے گھٹا پینے کا موسم آگیا
ہے رقص میں اک مہ لقا نازک ادا ناز آفریں

مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن
مغرب س اٹھ	ٹھی ہے گھٹا	پینے کمو	سم آگیا
ہے رقصمے	اک مہ لقا	نازک ادا	ناز آفری

(۲) سہ دن رات فکرِ جور میں یوں رنج اٹھانا کب تلک
میں بھی ذرا آرام لوں تم بھی ذرا آرام لو

دن راتفک	رے جورمے	یو رن جٹھا	ناکب تلک
مے بھی ذرا	اارام لو	تم بھی ذرا	اارام لو

(۳) سہ مستی میں لغزش ہو گئی معذور رکھا چاہیئے
اے اہل مسجد اس طرف آیا ہوں میں بہکا ہوا

مستی ملغ	زش ہوگئی	مع ذور رک	کا چاہیئے
اے اہلمس	جد اس طرف	اایا ہمے	بہ کا ہوا

(۴) سہ ساغرِ گل رنگ کا بھر کر مجھے دے ساقیا
زہد و ورع جھگڑا ہے کیا عہدِ جوانی مفت ہے

ساغرے	گل رنگ کا	بھر کر مجھے	دے ساقیا
زہد و ورع	جھگڑا ہے کیا	عہد جوا	نی مفت ہے

۵) س
کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا ترا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرا ترا

مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن	مستفعلن
کل چودوی	کی رات تھی	شب بھر رہا	چرچا ترا
کچھ نے کہا	یہ چاند ہے	کچھ نے کہا	چہرا ترا

یہ بحر اب کثرت سے مستعمل نہیں۔ حفیظ جالندھری کی مشہور نظم "رقاصہ" اسی بحر میں ہے۔ حالی کی "چپ کی داد" "اے ماؤ، بہنو، بیٹیو دنیا کی عزت تم سے ہے۔" بھی اسی بحر میں ہے۔

نوٹ: ۔ نصاب میں صرف یہی چار بحریں مقرر ہیں۔ حروف کی تعداد اور حرکات سے اندازہ لگا کر پہلے بحر معلوم کر لینی چاہیئے۔ پھر اس کے وزن کے مطابق تقطیع کرنی چاہیئے عموماً ہر سال ایک شعر بحرِ متقارب کا ہوتا ہے۔ یہ بحر مختصر ہے اس کے حروف کی تعداد (۲۰) ہوتی ہے جبکہ دوسری بحریں ۲۸/۲۴ حروف پر مشتمل ہوتی ہیں لہٰذا حروف گن کر اس کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ فعولن کے مطابق اس کی تقطیع کر لینی چاہیئے۔

اشعار برائے مشق

۱ س
کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا (بحر رمل محذوف مقصور)

۲) س
فتنے سو جاتے ہیں چھپ کر فنا کی گود میں
خلوت سینہ میں ہو جاتا ہے جب بیدار دل (بحر رمل)

۳) س
تم گھر کی ہو شہزادیاں شہروں کی ہو آبادیاں
غمگیں دلوں کی شادیاں ایمان سلامت تم سے ہے (بحر رجز مثمن سالم)

۴) س
مرشد کی یہ تعلیم تھی اے مسلم شوریدہ سر
لازم ہے رہبر کے لیے دنیا میں سامانِ سفر (بحر رجز مثمن سالم)

۵) س
ہاں ناچتی جا گائے جا نظروں سے دل برمائے جا
تڑپائے جا تڑپائے جا او دشمن دنیا و دیں (بحر رجز مثمن سالم)

۶ س
اگر کج رو ہیں انجم آسماں تیرا ہے یا میرا
مجھے فکر جہاں کیوں ہو جہاں تیرا ہے یا میرا (بحر ہزج مثمن سالم)

۷ س
عروس شب کی زلفیں تھیں ابھی نا آشنا خم سے
ستارے آسماں پر بے خبر تھے لذت رم سے (بحر ہزج مثمن سالم)

۸ س
گلا گھونٹتی ہے یہاں زندگانی
اجل آ تجھے میں گلے سے لگا لوں (بحر متقارب مثمن سالم)

۹ س
اگر یونہی یہ دل ستاتا رہے گا
تو اک دن مرا جی ہی جاتا رہے گا (" " " ")

۱۰ س
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا (" " " ")

۱۱ س
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ (" " ")

۱۲ س
گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے (" " ")

۱۳ س
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے (بحر متقارب

۱۴ س
زندگی میں کیا مجھے ملتی بلاؤں سے نجات
جو دعائیں کیں وہ سب تیری نگہباں ہو گئیں (بحر رمل مثمن)

۱۵ س
مجھے اور جس طرح چاہو مٹا دو
مرے ہاتھ سے اپنا دامن نہ کھینچو (بحر متقارب مثمن سالم)